# مسلمانوں کا فارس کو فتح کرنا۔ اور وہ اسباب جن سے اس فتح میں آسانی ہوئی

موجودہ تاریخی لٹریچر کا بڑا تعجب انگیز رجحان آج کل اس طرف ہے کہ ہر چیز کی اصل اور
ابتدائی تاریخ لکھنے پر بہت توجہ کی جاتی ہے۔ مثلاً تہذیب۔ تمدن۔ تجارت وغیرہ کی
ابتدائی تاریخیں موجود ہیں بلکہ دراصل ہر ایک مضمون کو جسے علم تاریخ سے کچھ بھی تعلق ہو
ہمارے زمانے کے مورخ اس کی بہت ابتدائی کیفیت اور بتدریج نشو ونما پانے کی حالت

میں دکھاتے ہیں۔"

تاریخ کو جو ایک فن قرار دیا گیا ہے۔ اسکا صرف یہی باعث ہے۔ کہ قوموں کی تاریخی واقعات دریافت کرنے میں اُن کی ابتدائی حالت پر غور کیا جاتا ہے۔ اور اس طریقے پر تحقیقات کرنے سے کئی ملکوں کی تاریخ اب زندہ ہو گئی ہے۔ جو پہلے صرف چند پریشان حالات کا مجموعہ ہونے سے زیادہ وقعت نہ رکھتے تھے۔ اور جن میں بسبب عدم تسلسل واقعات اور بظاہر دقیق عام فہم نہ ہونے کے باعث کچھ دلچسپی نہ تھی۔ آج کل کے مؤرخ ہمارے سامنے تسلسل واقعات ڈھونڈ ڈھونڈ کر پیش کرتے ہیں۔ وہ یہ بتانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہر ایک تاریخی امر ان واقعات کا لازمی نتیجہ ہوتا ہے۔ جو اس امر سے پیشتر ہوئے ہوں۔ بلکہ گذشتہ واقعات پر نظر ڈالنے سے اس طریقہ سے کسی ملک یا قوم کی تاریخ ہمارے سامنے باقاعدہ صورت میں لا کر رکھی جاتی ہے۔ اس کے مختلف اجزا علت ومعلول اور صلہ وموصول کے ربط سے آپس میں ملے ہوئے ہوتے ہیں۔ بدیں وجوہ کوئی امر خلاف قاعدہ اور بے ربط نہیں معلوم ہوتا۔ ہر نیا واقعہ اور ہر ایک نئی ترقی کسی قوم کی تاریخ میں اُن واقعات کا بیّن نتیجہ سمجھی جا سکتی ہے جو پیشتر سے اسمیں موجود ہوں اور اس لیئے اس تاریخ میں وہ دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے۔ جو معمولی طور سے تمام واقعات کے پڑھ جانے سے کسی طرح حاصل نہیں ہو سکتی۔

میں اسی طریقے (یعنے ابتدائے حالات کے تحقیق کرنے کے طریقے) کو اہل عرب کے ابتدائی فتوحات کو بیان میں جاری کرونگا اور آپ صاحبوں کے سامنے اُن حالات کو پیش کرونگا۔ جنسے یہ فتوحات ممکن ہو گئیں۔ کیونکہ اسلام لانے کے بعد عرب کے فرقوں نے جو حیرت انگیز غیر ملکوں پر حملے کیئے وہ دنیا کی عام تاریخ سے اسی طرح کا گہرا ربط اور تعلق

رکھتے ہیں۔ جیسا کہ کوئی اور عظیم الشان واقعہ۔ اور اس امر کو اچھی طرح سمجھنے کے لیئے صرف یہ
کافی نہیں ہے کہ ہم عرب کی فوجوں کے بہادرانہ کارناموں اور فتوحات پر توجہ کریں اور صرف
اتنا سمجھ لیں کہ روم اور فارس کے باشندے وہ لوگ تھے جنکو مسلمانوں نے آسانی سے
فتح کرلیا۔ یہ کہنا تو ایسا ہے جیسے کوئی کہے۔ کہ جب مسلمان فتح کرنے کی غرض سے اپنے
ملک سے باہر نکلے۔ تو ان کے لئے فتح کرنے کے واسطے کوئی نہ کوئی ملک ضرور درکار تھا۔ اور
بحسن اتفاق وہ ملک جو مسلمانوں نے فتح کئے۔ اُن قوموں کے زیرحکومت تھے
جو رومی اور فارسی کہلائی جاتی تھیں!۔ یہ بات تو بظاہر بلیطرفہ ڈگری کی طرح سے ہے
کیونکہ جب بعض حالات ایسے موجود ہیں۔ جنسے فاتحوں کی کامیابی ممکن ہوئی۔ اور اسباب
ایسے بھی ہیں جو مفتوح قوموں کی شکست کا باعث ہوئے۔ یہ بیشک بجا ہے۔ کہ ان وجوہات
پر غور کریں جو مسلمانوں کی کامیابی کا سبب تھے۔ مثلاً عربوں میں مذہبی جوش کا ہونا۔ یکدلی
اور اتفاق کی مضبوط بندش۔ دین اسلام کی برکت (جسنے ان کے غیر متفق فرقوں کو ملاکر
ایک کردیا تھا۔ جو اُسوقت تک ایک دوسرے کے برباد کرنے پر متوجہ رہتے تھے۔ اور ہمیشہ کے
حاسدانہ جھگڑوں اور خونریزیوں کے سبب سے تباہ ہوگئے تھے۔) سب کے دلوں میں مذہبی ایمان
کا ہونا۔ جسنے اخوت اور اتفاق کا مضبوط رابطہ قائم کردیا تھا۔ اور جس سے اُن کے بازوؤں
میں غیر ممکن التسخیر قوت پیدا ہوگئی تھی۔ خدائے تعالے کے وعدہ پر انکا بھروسہ کرنا صدق
دل سے جنت ملنے کی آرزو جس نے اُن کے تمام خوف۔ دقتیں اور تکلیفیں دور کردی
تھیں۔ ان تمام امور اور اسی قسم کی بہت سی باتوں کا ذکر ہم تفصیل کے ساتھ کریں گے۔ لیکن
جس طرح اسلام کے اور مورخوں نے کیا ہے۔ ہمیں صرف اسیقدر بحث پر قناعت نہیں
کرنی چاہیئے۔ بلکہ ہمکو ساتھ کے ساتھ مخالفین اسلام کے سوشل اور پولیٹکل حالات پر غور کرنا

چاہیئے اور معلوم کرنا چاہیئے کہ وہ کمزوری کے اسباب کیا تھے۔ جن کے باعث اُس زمانے کی سب سے زیادہ شائستہ قوموں (یعنے روم اور فارس) کی فوجیں عرب کے غیر ترتیب یافتہ قبیلوں سے شکست کھا گئیں۔

میں اپنے پہلے لیکچر میں صرف پچھلے امر یعنے مخالفین اسلام کے حالات کا ذکر کرونگا۔ میں آپ صاحبوں کو صرف یہ بتانا نہیں چاہتا۔ کہ مسلمانوں نے شام۔ فلسطین۔ مصر۔ شمالی افریقہ۔ وغیرہ صوبجات سلطنت روم اور تمام سلطنت فارس کو فتح کر لیا تھا بلکہ یہ امر بھی جتاؤنگا کہ وہ کن وجوہ سے ان فتوحات کو بآسانی حاصل کر سکے۔ ان فتوحات کے حیرت انگیز طور سے یکے بعد دیگرے جلد جلد حاصل ہونے کے کیا اسباب قرار دیئے جا سکتے ہیں اور کن وجوہات سے مسلمانوں کی حکومت ان مفتوحہ ملکوں میں استحکام کے ساتھ قائم ہو گئے؟

ہمکو کوشش کر کے معلوم کرنا چاہیئے کہ عربوں کی فتوحات سے ذرا پہلے یعنی ساتویں صدی مسیحی کے شروع میں مہذب دنیا کی حالت کیا تھی؟ اُسوقت ہمکو صرف دو عظیم الشان طاقتیں نظر آتی ہیں یعنی فارس اور روم۔ جنہوں نے تمام تہذیب یافتہ ملکوں پر اپنا قبضہ اقتدار جما رکھا تھا۔ اس حالت کو اچھی طرح ذہن نشین کرنے کے لیئے کسی قدر جغرافیہ جاننا ضروری ہے۔ اس لیئے ضرور ہے کہ ایک نقشہ سلطنت روم اور فارس کا اسکے پڑھنے سے پہلے دیکھ لیا جاوے۔

(لکچرار صاحب نے اسکے ساتھ ایک نقشہ ان تمام مواقع کا عمدہ اور خوشنما چھپوا کر ناظرین کو تقسیم کر دیا تھا جس سے اسکے سمجھنے مین نہایت آسانی ہوئے)

تقریباً آٹھ سو برس سے یہ دونوں طاقتیں دنیا کی مذہب دنیا پر اقتدار کی حاصل کرنیکے غرض سے آپس میں لڑتی چلی آتی تھیں۔ اور آپس کی متواتر لڑائیوں میں ہمیشہ مصروف رہتی تھیں جس زمانے کا ذکر کرنا ہمکو مقصود ہے۔ اسوقت یہ دونوں سلطنتیں اپنے آباء و اجداد کی طرح باہمی جنگ و جدال میں خوب سرگرمی سے مصروف تھیں۔ اور اس خاندانی رقابت کو نہایت زور شور سے پورا کر رہی تھیں۔ لیکن یہ لڑائیاں صرف ملکی فتوحات اور اقتدار حاصل کرنے کی غرض سے نہ تھیں۔ بلکہ اس کے علاوہ دونوں قوموں کے درمیان اختلاف کا باعث ایک اور امر بھی تھا یعنے مذہبی تخالف۔ اس تفرقہ کے سبب سے ان کی باہمی لڑائیاں جنگ یا مذہبی لڑائیوں کا رنگ پکڑ گئی تھیں۔ بادشاہ روما (بازنطین) ایک طرف سے مذہب عیسوی کا حامی بنکر آتش پرست کافروں کا مقابلہ کرتا تھا۔ دوسری طرف سے شاہ فارس مذہب زردشت کا مددگار بنکر تاریکی اور جہالت (یعنی عیسائی) کی فوجوں سے اپنے مذہب کی عصمت بچانے کے لیئے حملہ آور ہوتا تھا۔ دونوں مخالف خاندان اپنے اپنے مذہب کی بنیاد پر قائم تھے۔ ساسانی خاندان نے شاہی خاندان فارس کو تباہ کر دیا تھا اور مذہب زردشت کا حامی بنکر ایران مین اپنی حکومت تیسری صدی مسیحی کے شروع میں قائم کر لی تھی۔

اردشیر جو ساسانی خاندان کا بانی تھا۔ خود مجوسی اور مقتدائے مذہب تھا۔ جب اردشیر نے عزلت گزینی اختیار کر کے تاج و تخت اپنے بیٹے کے سپرد کیا۔ تو اُس سے کہا۔ اے میرے بیٹے یاد رکھنا کہ مذہب اور حکومت دو بہنیں ہیں۔ جنمیں ایک دوسرے کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی کیونکہ ہمارا مذہب وہ بنیاد ہے جسپر حکومت قائم ہے۔ اور حکومت مذہب کی محافظ و مددگار ہے۔ اردشیر کے بیٹے کے عہد سلطنت میں مذہب زردشت کی کتاب مقدس ژندوست کا سرکاری نسخہ طیار ہوا۔ ٹھیک اسی زمانے میں قسطنطین اعظم عیسائی ہوا۔ اور

اور اسنے مذہب عیسوی کو سلطنت روما کا سرکاری (ملکی) مذہب قرار دیا قسطنطین بمقام
نائسیا کی مذہبی مجلس کا صدر انجمن بھی بنا تہا۔ جس میں عیسائی مذہب کے اصول اخیر
دفعہ محدود صورت میں قائم کیے گئے۔ سلطنت روما اور فارس کے حکمراں خاندانوں کا
یہ مضبوط تعلق اپنے اپنے مذہب کے ساتھ اُن کی تاریخ میں بہت قابل لحاظ بات ہی۔ آگے
چلکر ہمکو معلوم ہو جائیگا کہ یہ مذہبی تعلق ان دونوں کے لیئے باعث ضعف و زوال ہوا۔
جسوقت کہ انکو اپنے مخالفین یعنی اہل اسلام سے مقابلہ کرنے کے لیئے اپنی تمام قوت صرف
کرنے کی ضرورت پڑی۔

میری یہ تجویز ہے کہ ان دونوں عظیم الشان سلطنتوں کا حال زیادہ صراحت سے بیان
کروں اور آپ صاحبوں کے سامنے مختصر کیفیت ان کی حالت کی جو فتوحات عرب سے کچھ پہلے
تھی پیش کروں۔ اور وہ اسباب بتاؤں جن کے باعث یہ فتح ممکن ہوئی۔

پہلے میں فارس کا بیان شروع کرتا ہوں۔ ابھی ابھی میں بتا چکا ہوں کہ خاندان ساسانی
کا عروج فارس میں اسوجہ سے ہوا کہ وہ لوگ قومی مذہب کے پیشواؤں میں سے تہے۔ اس
خاندانی تعلق کو جو ساسانیوں کو مذہب کے ساتھ تہا۔ اس گھرانے کے ایک بہت مشہور بادشاہ
خسرو اول نے جسے آپ لوگ نوشیرواں کے لقب سے پہچانتے ہیں۔ زیادہ مستحکم کردیا۔ خسرو
ایران کے مفتوح ہونے سے ایک صدی پہلے تخت نشین ہوا تہا۔ یہ بات بہی قابل لحاظ ہے
کہ نوشیرواں سلطنت روما کے بہت بڑے جلیل القدر بادشاہ جسٹینین کا ہمعصر تہا۔ جسکا ذکر
ہم دوسرے موقع پر کریں گے۔ نوشیرواں کو سلطنت اسوجہ سے نصیب ہوئی کہ اسنے مزدکیہ
نامی ایک مرتد فرقے کے خلاف مذہب کے پیشواؤں اور موبدوں کی حمایت کی تہی۔ فرقۂ
مزدکیہ نے نوشیرواں کے باپ شاہ کیقباد کو اپنے کہنے میں کرلیا تہا۔ اور انکا ارادہ تہا۔ کہ

نوشیرواں کو برطرف کرکے کیقباد کے دوسرے بیٹے کو جسنے انکا طریقہ ختیار کرلیا تھا۔ تخت نشیں کریں۔ فرقہ مزدکیہ کا خاص اصول یہ تھا کہ۔ عورتیں اور مال و اسباب سب کے مشترک ملکیت ہیں۔ وہ کہتے تھے کہ انسان عورتوں اور مال و دولت پر آپس میں زیادہ تر جھگڑے اور فساد کرتے ہیں۔ اس لئے صلح کل او آسایش خلق کے خیال سے شادی کی رسم متروک کردینی چاہیئے۔ اور مال و متاع پر بھی سب کا مشترک دعوی ہونا چاہیئے اسکے علاوہ بعض مذہبی امور بھی تھے۔ مثلاً دنیا میں بدی کے وجود کا مسئلہ اور دنیا پر انتظام قدرت الٰہی ہونے کا مسئلہ جن میں کہ پچھے پیشوایان مذہب اور فرقہ مزدکیہ کے درمیان اختلاف تھا۔ اس فرقہ کو نوشیرواں نے تباہ کردیا۔ اور اس کے بہت سے پیرو قتل کردیئے گئے۔ لیکن پھر بھی اس فرقہ کی بنیاد نہیں گئی تھی۔ جو لوگ بچے۔ وہ موجودہ حکومت سے ہمیشہ متنفر اور خلاف رہے اور کسی دوسری حکومت کی اطاعت قبول کرلینے کے بہت آرزومند رہے۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد عرب والوں نے اسپر اپنا تسلط کرلیا۔

ان تمام مذہبی فرقوں کے علاوہ فارس میں دین عیسوی بھی ملکی مذہب کے مقابل ایک جدا چیز تھا۔ نوشیرواں نے اپنی عیسائی رعایا کی بہت حمایت اور حفاظت کی بلکہ اس کے جانشین بھی اسی طریقے پر کاربند رہے۔ یہ رعایت وہ خاصکر اس خیال سے کرتے تھے۔ کہ جو عیسائی اُن کے علاقہ میں آباد تھے۔ انمیں اکثر نسطوری فرقہ کے پیرو تھے جنکو سلطنت روما نے بہت پامال کیا تھا۔ اور اس لیئے وہ لوگ اپنے حامیوں کے خیرخواہ بنگئے تھے۔ خاندان ساسانیہ کے غیر متعصب حمایت میں فرقہ نسطوریہ کو بہت ترقی ہوئی۔ اور اس کے پیرؤوں کی تعداد بہت خاصی ہوگئی۔ لیکن جب خاندان ساسانیہ کے زوال کا زمانہ قریب آیا۔ تو عیسائیوں پر بہت ظلم ہونے لگا اور جب عرب ایران میں آئے تو وہاں

کی رعایا میں فرقہ نسطوریہ سے زیادہ کسی نے انکی آؤ بھگت نہیں کی۔ یہ لوگ خاندان ساسانیہ کے آخری بادشاہوں کے ظلم سے بچنے کے لیئے اہل عرب کو اپنا محافظ اور حامی سمجھ کر خوشی خوشی انکی حمایت میں آگئے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے۔ کہ مسلمانوں نے اپنے دوسرے مفتوحہ ملکوں میں عیسائیوں کو کافی مذہبی آزادی دی تھی۔

فرقۂ نسطوریہ کے اسطرح بخوشی مطیع ہوجانے سے ایک اور بات حاصل ہوئی جس سے عربوں کو فارس کی فتح میں آسانی ہوئی۔ لیکن مزدکیہ فرقہ کے پیرو اور عیسائی ہی ایسے نہ تھے کہ صرف انہیں پر ملکی مذہب کے مقتداؤں نے ظلم کئے تھے۔ کیونکہ سلطنت روما کے ساتھ جسقدر زیادہ عناد اور دشمنی بڑھتی گئی اور جوں جوں عیسائیوں کی تعداد حدود ایران میں زیادہ ہوئی۔ اسیقدر مذہب زردشت کے موبد زیادہ سفاک اور ظالم بنتے گئے۔ وہ لوگ تمام غیر مذہب والوں یعنی یہودیوں۔ معنویوں۔ اور ملحدوں وغیرہ کو بجبر ملکی مذہب میں لانے کی کوشش کرتے تھے۔ نیز مذہب زردشت کے معتقدین میں جو لوگ سست عقیدہ اور مذبذب خیالات کے تھے۔ انپر بھی نہایت سختی سے مذہبی سزائیں جاری ہوتی تھیں۔ ہمکو معلوم ہوا ہے کہ ایک وزیر عظم اس قصور پر قتل ہوا۔ کہ اس نے اپنی مردہ بیوی کی نعش کو پرندوں اور شکاری جانوروں کے کھانے کے لیئے حسب دستور مذہب کھلا رکھنے کے بجائے دفن کر دیا تھا۔ مذہب زردشت کے موبدوں نے مذہبی رسم و رواج کی مقدر قیود کو اسقدر تنگ کر دیا تھا کہ اسپر عملدرآمد محال ہو گیا تھا۔ اور انہوں نے ایسے ایسے مسئلے ایجاد کیئے تھے۔ کہ پیروان مذہب زردشت کو اپنے ہر طرح کے کاروبار میں انکے سبب بہت تکلیف ہوتی تھی۔

یہانتک کافی طور سے بیان ہو چکا ہے۔ کہ حکومت اور مذہب کا باہمی رابطہ یعنی

سلطنت فارس کا مذہبی تعلق (جس مذہب کی سلطنت نہ صرف حامی تھی۔ بلکہ اسکو خود اپنا معاون سمجھتی تھی) اہل عرب کے حملہ کے وقت سلطنت کے لئے ضعف کا باعث ہوا۔

اہل فارس کے زوال کا دوسرا سبب یہ ہوا۔ کہ اس زمانے میں امرا کا اقتدار بیحد بڑھا ہوا تھا۔ نوشیرواں جیسا زبردست بادشاہ تو امرا کو مطیع فرمان رکھ سکا۔ مگر اس کے بیٹے کو ایک بغاوت کی وجہ سے جسکا سرغنہ خود اسی کا ایک سردار تھا تخت چھوڑنا پڑا۔ اس کے بعد جو سلطنت کا حقیقی وارث ہوا۔ اس بیچارے کو مجبوراً ایک غاصب کے برخلاف رومیوں سے مدد مانگنے کی ضرورت پڑی۔ پھر بھی امرا کے ایکا اور بغاوت کے ہنگامے میں وہ تخت سے اُتارا گیا اور قتل ہوا۔ غرضکہ ساسانیہ خاندان کے ختم ہونے تک یہی حال رہا۔ کہ برابر فساد پر فساد ہوتا رہا۔ اور ہر وارث تخت بادشاہ کا عہد حکومت اسقدر کم ہوا کہ۔ اس زمانے کے تاریخی واقعات بہت ابتر ہیں۔ اور مورخ آخری ساسانی بادشاہوں کے نام اور اُن کی ترتیب سلطنت کے بابت مختلف رائیں رکھتے ہیں۔ کیونکہ ان میں اکثر ایسے ہوئے ہیں۔ جو چند مہینوں سے زیادہ تخت نشین نہیں رہے جب ملک میں اس طرح ابتری پھیلی ہوئی تھی۔ اور رومیوں کے ساتھ چھ برس تک متواتر لڑتے رہنے سے ایران والے تنگ آگئے تھے۔ اس زمانے میں انکو مسلمانوں کی نوخیز طاقت سے مقابلہ کرنا پڑا جس نے ان کی آزادی اور حکومت کو مٹا کر خاک میں ملا دیا۔

یہ امر ناگزیر تھا۔ کہ مسلمانوں کی نئی حکومت کو کسی نہ کسی دن اُن زبردست طاقتوں سے جن کی سرحد صحرائے عرب سے ملی ہوئی ہے۔ ضرور مقابل ہونا پڑتا۔ روم اور فارس دونوں طاقتوں کی حکومت عرب کے قبیلوں پر۔ عراق عرب اور شمالی حصہ عربستان میں تھی۔ رومیوں کا قبضہ مغربی حصوں میں تھا اور فارس والوں کا مشرق کی جانب جبکہ

تمام عرب اسے ملکر ایک بڑی متفق الرائے قوم بنگئے تھے۔ اسوقت یہ خیال کرنا عبث تھا کہ وہ لوگ جو عراق عرب میں آباد ہیں۔ زیادہ مدت تک قومی اتحاد میں شریک ہوں گے یا اور کچھ عرصہ تک غیر قوموں کی اطاعت کریں گے۔ یہ امر عربوں کی آزادی پسند طبیعت کے بہت خلاف تھا۔

سلطنت روم کے ساتھ جو لڑائیاں ہوئیں انکا ذکر میں دوسرے مضمون میں کرونگا اسوقت ہمکو اپنی توجہ فارس کے برخلاف جو حملے ہوئے ان کی طرف مبذول کرنی چاہیئے۔

عربوں کی لڑائی جو ایرانیوں کے ساتھ شروع ہوئی۔ اُسے غیر متعلق اور بے ربط واقعہ بتانا۔ اور یہ کہنا کہ اس واقعہ کو عرب اور فارس کی گزشتہ تاریخ کے واقعات سے کوئی تعلق نہیں۔ سراسر غلط ہے + بلکہ برخلاف اس کے جب امیر مثنّےٰ نے قبیلہ بنو بکر کے ایک بڑے گروہ کا سردار بنکر ایران کے علاقہ میں حملہ کیا۔ تو یہ حملہ صرف اُن پچھلے کارناموں کی تجدید تھی۔ جو ۲۵ برس پہلے اس کے قبیلہ والوں نے کیئے تھے اور جبکہ انہوں نے حیرہ کے ایرانی گورنر کو ایک سخت شکست دی تھی اور آس پاس کا علاقہ تاراج کرلیا تھا + ایرانیوں نے اسی زمانے میں خاندان لخمی کو جو تین سو برس سے حیرہ میں فرمانروا تھا۔ پامال کردیا تھا۔ اور قبیلہ بنو بکر کی اسوقت خاندان لخمی سے بہت موافقت اور دوستی تھی۔ اسواسطے بنو بکر والوں نے اپنے دوستوں کی بربادی کا عوض لینے کے لیئے ایران پر حملہ کیا تھا + پس یہ کچھ تعجب کی بات نہیں۔ کہ قبیلہ بنو بکر نے ایسے مناسب موقع پر عراق سے غیر ملک والوں کا اقتدار اُٹھا دینے کی غرض سے اپنے پُرانے جھگڑے کو تازہ کرلیا + (باقی آئندہ)

(از ڈی ڈبلیو ارنلڈ صاحب مترجمہ سلام الحق)